فلسطین اور مسجد اقصیٰ ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن

تحریر: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح آل طالب حفظہ اللہ

حمد وثناء کے بعد: اے قدس! فلسطین کے متعلق بات کہاں سے شروع کروں؟ فلسطین کا زخم ہر مسلمان کے دل کا زخم ہے اور فلسطین کیلئے ہر مسلمان کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ اس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے معراج کیلئے منتخب فرمایا۔ اسی وقت سے ہر مسلمان کا ایک فرض اس مسجد سے جڑا ہوا ہے۔

ثابت قدمی میں مثال بننے والے فلسطین! اگر وطن سے محبت کی وجہ ہوا، اور مٹی ہوتی ہے یا بچپن کے گزرے چند سال ہوتے ہیں، تو ہماری تم سے محبت کی وجہ یہ ہے کہ تو مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے، تیرے اندر وہ بابرکت مسجد ہے کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بابرکت بنایا ہے۔ سفرِ معراج میں یہاں زمینی مرحلہ طے ہوگیا تھا اور آسمانی مرحلہ شروع ہوگیا تھا۔ آدم علیہ السلام کے نزول کے بعد انسان کا یہ پہلا سفر تھا کہ جس میں زمین اور آسمان آپس میں مل گئے تھے جس طرح آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اترے تھے اسی طرح نبی کریم ﷺ زمین سے آسمان کی طرف چلے گئے تھے۔

تجھے فتح کرنے کیلئے فتح کرنے والوں کی ہمتیں بلند تھیں اور فاتحوں کے گھوڑے ہدایت، سلامتی اور اسلامی شریعت لے کر تیری طرف بڑھتے رہے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کی نبوت انبیاء کے مرکز تک پہنچی اور آخری وحی کے وارث وحی کے مرکز تک پہنچ گئے۔

اے اللہ کے بندو! مسجد اقصیٰ، مقدس زمین، فلسطین اور بیت المقدس سرزمین نبوت رسول کریم ﷺ کی جائے معراج اور آخری امت کی میراث ہے جو ہر مسلمان کے دل کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ اس جگہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص برکت سے نوازا ہے، اس سے بڑھ کر کسی جگہ پر اتنے انبیاء نے قدم نہیں رکھے۔ اتنے انبیاء کا پر عطر سانس نہیں پھیلا، اتنے انبیاء کی تلاوت اور مناجات کی آوازیں نہیں گونجیں اور کسی جگہ کی مٹی اتنے انبیاء کے آنسوؤں سے نہیں بھری۔

اس کی وادیوں میں اور اس کی سرزمین میں انبیاء علیہم السلام چلتے پھرتے رہے۔ اسی سرزمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ

کی وحی نازل ہوتی رہی۔ شاید اس کی کوئی وادی ایسی نہ ہو کہ جس سے کسی نبی کا گزر نہ ہوا ہو۔ اس کی جگہ کوئی ایسی نہ ہو جس نے کسی نبی کی تسبیح نہ سنی ہو۔ اگر اس جگہ کے پتھر بولنے لگیں تو وہ ہمیں انبیاء کی کہانی سنانے لگیں اور اگر اس کے پہاڑ گویا ہو جائیں تو وہ بھی ہمیں انبیاء کی باتیں بتانے لگیں اور اگر وہاں کی زمین کھل جائے تو ہم وہاں دفن ہونے والے انبیاء اور ہر شریعت کے نیک لوگوں کی کثرت دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ یہاں جو نسلیں گزری ہیں ان میں کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ کسی نسل میں کوئی نبی یا بہت سارے انبیاء نہ ہوں۔ اکثر ایک ہی زمانے میں کئی نبی ہوتے تھے اور کبھی تو ایک ہی بستی میں بہت سے نبی ہوتے تھے۔ انبیاء کے علاوہ یہاں بہت سے نیک لوگ، اور اللہ کے ولی گزرے ہیں جنہوں نے اس جگہ کو اپنی نیکیوں سے مزین کر رکھا تھا۔ اس کی وادیوں میں عبادت گزاروں کے محراب ملتے ہیں۔ شہر اور بستی سے ذرا ہٹ جائیں تو راہبوں کی عبادت گاہیں نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جتنی عبادت اس جگہ پر ہوئی دنیا کے کسی مقام پر اتنی عبادت نہیں کی گئی۔ شام اور بیت المقدس کے علاقے میں اگر گمراہی پھیلی بھی تھی تو وہ بہت تھوڑے عرصے کیلئے اور گمراہی کی شکل یہ تھی کہ لوگ بے عمل ہو گئے تھے اور انبیاء کی تعلیمات کو بدلنے لگے تھے مگر ہر زمانے میں انبیاء کی تعلیمات ضرور موجود ہیں اور بنیادی چیزوں پر وہاں کے لوگ قائم رہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ فلسطین نبوت کا میراث ہے، رسولوں کی جگہ ہے اور شریعت الٰہی کے نزول کی جگہ ہے۔ اس کی حکمرانی کے سب سے بڑے حقدار اللہ کے نبی ہیں اور ان کے بعد ان کے سچے پیروکار ہیں۔ اس جگہ میں آنے والے پہلے انبیاء میں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جو نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ تورات اور انجیل دونوں ان کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں۔ فرمان الٰہی ہے: بلکہ وہ ایک مسلم یکسو تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور اب یہ نبی اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں، اللہ صرف اُنہی کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس مقدس سرزمین کے لوگوں کی قیادت انبیاء علیہم السلام کرتے رہے۔ جیسے ہی ایک نبی گزرتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آ جاتا۔ اس طرح سال کے سال اور زمانے کے زمانے گزر گئے اور پھر اس جگہ کی قیادت اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاتھ میں تھما دی کیونکہ یہی امت نبوت کی

وارث ہے اور اسی امت کا نبی آخری نبی ہے کہ جس کی بشارت تمام انبیاء دیتے آئے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں ۱۳ سال تک اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد ۱۷ مہینوں تک نبی کریم ﷺ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا اور پھر نبی کریم ﷺ نے مسجد حرام کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا تعلق بھی بہت پرانا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر بیت المقدس سے آسمان کا سفر کرایا گیا۔ فرمانِ الٰہی ہے: پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! زمین کی پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، اس کے بعد کون سی بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔ [صحیح بخاری] اس طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سرزمین وہ ہے کہ جو ہر شریعت میں مقدس تھی۔ انبیاء علیہم السلام نے اس جگہ کا اکرام کیا۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی چاروں کتابوں کی تلاوت کی گئی۔ زبور، تورات، انجیل اور قرآن۔

اے مسلمانو! زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے اسے زمین کا وارث بنا دیتا ہے جس طرح یہ زمین بنی اسرائیل سے پہلے اہل ایمان کے ہاتھ میں تھی اسی طرح بنی اسرائیل کے بعد بھی اہل ایمان کے ہاتھ میں رہی۔ فرمان الٰہی ہے: ''اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق سردار دو عالم، خاتم الانبیاء نبی کریم ﷺ محمد بن عبداللہ ہاشمی قریشی کی بعثت کا وقت آیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی فتح کی بشارت دی۔ اس سرزمین کے حقیقی وارث نبی کریم ﷺ اور نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ طریقہ ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلا آ رہا ہے اور جس میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔

سفر معراج میں نبی کریم ﷺ کی امامت، تمام انبیاء کا مقتدی بننا اس بات کا اعلان تھا کہ دین اسلام ہی اللہ کا آخری دین ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ اسی طرح اس میں یہ اعلان بھی تھا کہ اسلام ہی

مسجد اقصیٰ کا وارث ہے اور اس طرح مسجد اقصیٰ کا نسب امت محمدیہ سے مل گیا۔

اللہ کے بندو! سن ۱۵ ہجری میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ مسلمان فلسطین میں داخل ہو گئے اور وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ہم بیت المقدس کی چابیاں خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کو نہ دیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صفات بھی ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

پھر ایک تاریخی سفر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے شام چلے گئے۔ بڑی عزت سے بیت المقدس کی چابیاں وصول کیں اور ایسی تاریخ رقم کی کہ جسے نور کی روشنائی سے لکھنا چاہیے۔ آپ المکبر پہاڑی پر چڑھے، سارے بیت المقدس کو دیکھا، اللہ اکبر کی آواز بلند کی اور ساتھ مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔ پھر آپ نے اپنا وہ مشہور جملہ بولا کہ ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے، اسے چھوڑ کر ہم جس چیز میں بھی عزت تلاش کریں گے اللہ ہمیں رسوا ہی کرے گا۔

اسلام کی عزت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور یہ عظیم جملہ بولتے ہوئے اسے فتح کیا۔ آپ نے مسجد اقصیٰ میں قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی، پھر اس پتھر کے متعلق پوچھا جس سے براق کو باندھا گیا تھا۔ وہ پتھر گندگی اور کوڑے کے ڈھیر کے نیچے آچکا تھا۔ آپ نے اپنی چادر سے گندگی ہٹانا شروع کی اور پھر لوگوں نے بھی مدد کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ ساری جگہ بالکل پاک ہوگئی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل علاقہ کیلئے سلامتی اور حفاظت کا معاہدہ لکھا، تمام مذاہب کے لوگوں کے حقوق محفوظ کیے۔ کسی کو اپنی عبادت کرنے سے نہیں روکا، کسی راہب کی عبادت گاہ نہ توڑی یہاں تک کہ دین کے نام پر اگر کوئی دیوار بھی بنی تھی تو اسے بھی نہ چھیڑا۔ نہ کسی رہائشی کو اپنے گھر سے نکالا، نہ کسی کا گھر گرایا، نہ کسی کی عبادت گاہ توڑی اور نہ کسی کی رہائش گاہ کو خراب کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے خلفاء آئے اور بہت سے ادوار گزرے مگر اس وقت سے اب تک عیسائیوں اور دیگر مذاہب کی عبادت گاہیں ویسے ہی محفوظ ہیں جیسے یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھیں۔ کسی حکمران نے انہیں خراب کرنے کی کوشش نہ کی۔ یہ سب اس وقت کی باتیں ہیں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمین کے سب سے بڑے حکمران تھے اور آسمان کے نیچے سب سے بڑی ریاست سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس وقت مذاہب کے حقوق یا انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والی تنظیمیں نہ تھیں، بلکہ اسلام ہی تھا کہ جس کی

حکومت میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تھا۔اس دور میں اور آج کے دور میں آپ خود ہی تقابل کر لیجیے۔آج مختلف تنظیمیں سامنے آگئی ہیں اور اصول و مبادی اور ہر ایک کے حقوق لکھے جا چکے ہیں۔مگر یہودیوں کے ہاتھ میں تھوڑی سی طاقت آگئی ہے۔ان دوادوار کا تقابل کر لیا جائے تو حق سے باطل اور باطل سے حق واضح ہو جاتے ہیں۔

اے مسلمانو! اے اللہ کے بندو! فلسطین ایسی سرزمین نہیں ہے کہ جو ایک زمانے میں مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھی اور آج کسی اور کے قبضے میں جا سکتی ہے، بلکہ یہ ہماری تاریخ، پاکیزہ سرزمین اور اہل ایمان کی نشانی ہے۔یہ ہماری میراث ہے جسے تمام لوگوں کو تسلیم کرنا چاہیے۔ہمارے لیے اس کی حفاظت اور نگہبانی لازمی ہے۔یہ ایسا مشکل مسئلہ نہیں کہ جسے پہچاننے میں لوگوں کو دقت ہو یا اس کے معاملے میں پریشان رہیں بلکہ کتاب اللہ کے مطابق یہ امت کا حق ہے اور اس حقیقت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔الحمدللہ ہماری امت کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ انہیں کاٹنا ممکن نہیں۔

فلسطین اور بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ میں اس وقت آئی جب ساری شریعتیں شریعت محمدیہ سے ختم ہو گئی تھیں۔فرمان الٰہی ہے:''پھر اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اُس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔''

بیت المقدس اپنے حق داروں کے ہاتھ آ گیا ہے اور وہ انہی کے ہاتھوں میں رہے گا چاہے آزمائشیں اور مصیبتیں کتنی ہی بڑھ کیوں نہ جائیں۔یہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہیا کردہ اسباب سے آیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے اس کا وعدہ کیا تھا اور اللہ کا ایک وعدہ ایسا بھی ہے جو ابھی پورا نہیں ہوا اور وہ یہ ہے کہ جب قیامت برپا ہو گی اس وقت بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو گا۔

چنانچہ جب سے بیت المقدس کو فتح کیا گیا اس وقت سے لے کر قیامت کے دن تک یہ مسلمانوں کے ہاتھ ہی میں رہے گا۔رہا دور کہ جس میں یہ غیر مسلم کے ہاتھ میں رہا تو یہ صرف ایک عبوری دور ہے۔اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کی بشارتیں پوری ہو چکی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بقیہ بشارتیں بھی ضرور پوری ہوں گی۔اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے خلاف جانے کی کوشش کرنے والے لوگ محض خون بہاتے ہیں، شدت پسندی اور دشمنیاں پیدا کرتے ہیں، انسانیت اور تہذیب پر

حملہ کرتے ہیں اور پھر ناکام ہو کر لوٹ جاتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل صلیبی جنگیں ہیں جو شام میں دو سو سال تک چلتی رہیں اور جن میں بہت سے لوگ ہلاک ہوئے، مگر نتیجہ یہی ہوا کہ صرف ۹۰ سال تک فلسطین دوسروں کے قبضے میں رہا اور پھر قبضہ ختم ہو گیا مگر لوگوں میں اس کے اثرات باقی رہے۔

فلسطین کو مسلمانوں سے دور کرنے کیلئے جتنی بھی کوششیں کی جائیں یا جتنا بھی سرمایہ لگایا جائے ان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کوئی شخص بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے وعدے کو ٹال نہیں سکتا اور نہ اسے روک سکتا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن اگر اسی سرمائے کو توڑنے کی بجائے بنانے میں لگایا جائے اور جنگ کی بجائے امن میں لگایا جائے تو آج دنیا اس حال سے کہیں بہتر ہوتی جس میں آج ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلامی حکومت کے تمام ادوار میں فلسطین کی زیارت سے کسی کو نہ روکا گیا، نہ وہاں عبادت کرنے والوں کو ستایا گیا۔ اہل کتاب کو بھی نہ گھر سے نکالا گیا اور نہ انہیں ذلیل کیا گیا۔

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ بیت المقدس پر قبضہ جمانے اور اسے غاصب ملک کا دارالحکومت بنانے کی کوشش صرف ایک زیادتی ہے جس سے صرف دشمنی اور شدت پسندی کو فروغ ملے گا۔ اس میں بہت سا مال اور بہت سا سرمایہ لگے گا اور بہت سے لوگوں کی جانیں جائیں گی مگر اس کا فائدہ کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ فیصلہ بین الاقوامی معاہدوں کی خلاف ورزی ہے۔

یہ فیصلہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو ابھار رہا ہے اور اس کے بعد عدل پر مبنی فیصلے تک پہنچنے کی امید بہت کم نظر آتی ہے۔ یہ فیصلہ فلسطینی عوام کے حقوق پر حملہ ہے۔ اس سے عرب اور مسلمانوں میں آزادی کی تحریک اور شدت پکڑ جائے گی۔ بیت المقدس میں رہنے والے لوگ اور باقی مسلمان بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے وعدوں پر پورا یقین رکھتے ہیں جن میں سے بعض پورے ہو چکے ہیں اور باقی عنقریب پورے ہو جائیں گے۔ اس پر مسلمانوں کا پکا یقین ہے اسی لیے وہ کبھی ناامید نہیں ہوتے۔

القدس امن وسلامتی کی کنجی ہے۔ بھلا امن کو کون ناپسند کرے گا اور کون امن نہ چاہے گا۔ بلکہ آج تک کس نے شام اور فلسطین میں امن وسلامتی کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کے رہنے پر اعتراض کیا ہے یہ سب اسلامی دور حکومت میں مکمل امن کے ساتھ رہتے رہے ہیں، اپنے طریقے سے عبادت کرتے رہے ہیں، اس دور میں ان کی عبادت گاہیں قائم رہی ہیں، یہ مسلمانوں کے ساتھ رہتے رہے ہیں، مسلمانوں کے

ساتھ ان کا دین چلتا رہا ہے، بلکہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ رشتے بھی کیے ہیں۔ تاریخ ان ساری چیزوں کی گواہ ہے۔ کون ہے جو امن وسلامتی نہیں چاہتا؟ عرب تو امن وسلامتی کیلئے پیش قدمی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ کسی کی زمین پر قبضہ کرنا پورے کے پورے گھرانوں کو بے گھر کر دینا، پورے معاشرے کو اپنے شہر سے نکال دینا، تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنا، اسلامی مقدسات سے کھیلنا، واضح نشانیوں کو تبدیل کرنا اور ایسے معاشرے پر حملہ کرنا کہ جو ستر سال سے زیادہ عرصے سے جنگوں کا مقابلہ کر رہا ہے، یہ سب بارود کے ڈھیر کو چھیڑنے کے مترادف ہے کہ جس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس کا نقصان کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

آج فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک ثقافتی، تہذیبی اور دینی لڑائی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے کہ جس سے ساری دنیا مشکل اور خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ ایسا خطرہ ہے کہ جس کی مقدار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ امت اسلامیہ کے مخلص لوگوں اور دنیا کے دانشور قائدین کو چاہیے کہ وہ فلسطین میں ہونے والے اس ظلم وزیادتی کے سلسلے کو روکیں۔ اس کھدائی کو بھی ختم کریں کہ جو مسجد اقصیٰ کی بنیادیں ہلا رہی ہے جسے انبیاء نے عظیم ٹھہرایا ہے اور جسے آسمانوں کے رب نے عزت بخشی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان کی عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں ان کیلئے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم۔ [البقرۃ]

دوسرا خطبہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد: اے بندگان الٰہی! مسئلہ فلسطین کسی ایک ملک، نسل یا گروہ کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ سارے مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ یہ مسلمانوں کے جذبات کو ابھارتا ہے، انہیں اتحاد واتفاق کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں اکٹھا کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کی علامت ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ اس مسئلہ کو تہمت بازی، اختلافات، دوسروں کو نیچا دکھانے یا بدلہ لینے کیلئے استعمال کرنا درست نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل فلسطین نے اور عموماً سارے مسلمانوں نے فلسطین کیلئے ایسی قربانیاں دی ہیں کہ جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اہل فلسطین کو اس زمانے کے طویل ترین قبضے کا سامنا ہے، مگر پھر بھی وہ

اپنے ملک کی آزادی کیلئے محنت کر رہے ہیں اور دن رات جہاد میں لگے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس پتھروں اور نعروں کے سوا کوئی ہتھیار بھی نہیں۔

ستر برس سے ان کی بستیوں کو تباہ کیا جا رہا ہے اور انہیں قتل کیا جا رہا ہے، اس لیے کہ یہ ڈر کر اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگ جائیں، مگر انسانی سختیوں نے ان کے ارادے کمزور نہیں کیے، بلکہ انہیں مضبوط تر ہی کیا ہے۔ انہوں نے بے گھری دیکھی ہے، جلاوطنی کا سامنا کیا ہے، ان کی کئی نسلیں دنیا کا حسن اور لذت دیکھے بغیر ہی گزر گئیں، خوف میں پیدا ہوئے، خوف میں رہے اور خوف ہی میں مر گئے۔ ساری دنیا ان کے خلاف ہوگئی مگر وہ اپنے مؤقف سے نہ ہلے۔ وہ قریب کی بہترین زندگی چھوڑ کر خیموں میں رہنا پسند کر لیتے ہیں۔ ان کی نسلیں کیمپوں میں پلتی ہیں جہاں نہ تو زندگی گزارنے کیلئے سامان مکمل ہوتا ہے اور نہ رزق کمانے کا کوئی ذریعہ ہوتا ہے۔

تو انہیں ملامت نہ کیجیے، یا اگر کرنا ہے تو وہ کام کر دکھایئے جو انہوں نے کیے۔ زندگی کی شدت کی وجہ سے اگر ان میں سے کوئی کمزور پڑ جاتا ہے یا غلطی کر جاتا ہے تو اس کی غلطی درست کیجیے، اس کی مدد کیجیے، اگر ان میں سے کوئی حالات کا صحیح اندازہ لگانے میں ناکام ہوگیا ہے تو ان میں بقیہ لوگ حالات کا ٹھیک اندازہ لگانے والے بھی ہیں۔ یہ لوگ مدد کے سب سے بڑے حقدار ہیں اور ان کی ہر غلطی کا عذر ہمیں خود ہی تلاش کر لینا چاہیے۔ جو لوگ بیت المقدس میں دن رات جہاد کر رہے ہیں وہ فلسطین کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ فرمان نبوی ہے: ''ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اگر اس زمانے میں کسی شخص کو بیت المقدس کے قریب ایک بالشت برابر جگہ مل جائے جہاں سے بیت المقدس نظر آتا ہو تو وہ جگہ اس کیلئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگی۔ اسے امام ذہبی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے صحیح کہا ہے۔''

اے پیارے فلسطینیو! دشمن کے مقابلے میں آپ کا صبر تو قابل رشک ہے مگر آپ کے بھائی آپ کے صبر کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ کا مسئلہ عرب اور مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ سب اس کیلئے کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ ہم امن اور جنگ میں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کی مدد کیلئے تیار ہیں اور آپ کے حق میں جانے والے ہر سیاسی مؤقف کو اپنانے کیلئے تیار ہیں۔ آپ کو عربوں اور مسلمانوں سے دور کرنے میں آپ کے دشمن کا فائدہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مسلمانوں سے دور کر دے اور عربوں کا رابطہ بھی آپ سے منقطع کر دے، تا کہ ہم کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں۔

جھوٹی خبریں دشمن کا آزمودہ حربہ ہے۔اگر آپ جھوٹی خبروں کی بنا پر ایک دوسرے سے بدگمانی کا شکار ہوجائیں گے تو اپنے اور ہمارے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہوجائیں گے۔اگر کچھ انفرادی آوازیں دشمن کو خوش کرنے کیلئے اور آپ کا رابطہ منقطع کرنے کیلئے یا ایک دوسرے سے محبت کا رشتہ توڑنے کیلئے اٹھائی جاتی ہیں تو ان پر دھیان دینا درست نہیں کیونکہ ہمیں مزید دشمنوں کی ضرورت نہیں۔

اے مسلمانو! القدس ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہے گا اور امت کے دل میں رہے گا۔سعودی عرب نے بار بار یہ تاکید کی ہے کہ وہ القدس کے مسئلہ کو حل کرنا چاہتا ہے اور اس حوالے سے ہمارا مؤقف کئی سالوں سے ایک ہی ہے۔ہم فلسطینی عوام کو مکمل حقوق دلانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔سعودی عرب نے فلسطینی مسئلہ کو حل کرنے میں مدد کی ہے اور اب بھی کررہا ہے۔یہ فلسطینی عوام کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ انہی کے ساتھ رہے گا۔ہم فلسطین کے مسئلے کو حل کرنا چاہتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فلسطین تمام بین الاقوامی مسائل سے بڑا مسئلہ ہے۔عربی میڈیا کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مسئلے کو ابھارنے میں اپنا کردار ادا کرے کیونکہ یہ عربوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔اہل علم ودانش کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں پر توجہ دیں کہ جن سے امت کی زندگی اور امت کا سرمایہ محفوظ رہ سکے۔

جنگوں اور اختلافات کے زمانے میں ہمیں چوکنا رہنا چاہیے اور متحد ہوجانا چاہیے اتحاد واتفاق کیلئے کوشش کرنی چاہیے،اختلافات سے دور ہوجانا چاہیے۔امت اسلامیہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ چھوٹے چھوٹے مسائل میں گرفتار ہوجائے۔ہمیں چاہیے کہ ہم امت کے بڑے مسائل پر توجہ دیں اور چھوٹے مسائل کو نظرانداز کردیں،حق اور عدل میں پیش قدمی کریں۔سارے اختلافات کو چھوڑ کر چیلنجز کے مقابلے کیلئے سب اکٹھے ہوجائیں۔فرمان الٰہی ہے:''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔[آل عمران] ہم بکھر کر کبھی نصرت نہیں پاسکتے اور الگ الگ ہوکر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ کے قریب رہنے والے لوگوں کی حفاظت فرمائے۔ظالموں اور غاصبوں سے اس کی حفاظت فرمائے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے عظیم ترین نام کے واسطے سے سوال کرتے ہیں۔اے اللہ فلسطین میں ہمارے بھائیوں پر رحم فرما اور ہر جگہ ہمارے بھائیوں پر رحم فرما،فلسطین،شام،عراق،یمن،برما اور ہر جگہ کے مسلمانوں پر رحم فرما،ان کی مشکل آسان فرما،انہیں جلد فتح نصیب فرما،اے اللہ!ان کے اور تمام مسلمانوں کے احوال درست فرما،مسلمانوں کو حق اور ہدایت پر اکٹھا فرما۔ (بشکریہ: ہفت روزہ''اہل حدیث''لاہور)

و رفعنا لک ذکرک

تحریر: جناب رانا محمد شفیق خاں پسروری

کوئی ایک شخص کیا ساری کائنات کی ساری زبانیں اگر سید الانبیاء کی مدحت و ستائش میں مصروف ہو جائیں تب بھی آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کائنات میں ایک بھی مسلمان کہلانے والا باقی نہ رہے تب بھی آپ ﷺ کی تعریف بیان ہوتی رہے گی۔ اس لیے کہ آپ ﷺ تو وہ ہیں جن کے بارے میں عرش والے نے کہا: ﴿وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾[الانشراح: ۴] ''اے مدینہ کے تاجدار! ہم نے آپ کو عظمتوں کی انتہا پر فائز کر دیا ہے۔''

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا' اے جبرائیل! ذرا بتاؤ تو سہی وہ بلندیاں کیا ہیں جن سے میرے ذکر کو ہمکنار کیا گیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا (حدیث قدسی ہے) عرش والے نے فرمایا ہے: (اِذَا ذُکِرْتُ' ذُکِرْتَ مَعِیْ) ''کہ جب جب میرا ذکر ہوگا' تب تب تیرا ذکر ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ مؤذن ایک دن میں پانچ وقت کی اذان دیتے ہوئے جب کہتا ہے ''اشھد ان لا الله الا الله'' تو ساتھ ہی کہتا ہے ''اشھد ان محمد رسول الله'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں سے اپنے نبی ﷺ کے نام کو نکالا ہے تا کہ اس کو عظمت و جلالت بخشے کہ عرش والے کا نام ''محمود'' ہے اور مدینہ کے تاجدار کا نام ''محمدؐ'' ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوریؒ سیرت کی معرکہ آراء کتاب ''رحمت للعالمین'' میں لکھتے ہیں: ''لوگو! آپ ﷺ کے باپ کا نام عبداللہ' ماں کا نام آمنہ' دائیہ کا نام حلیمہ تھا...... ذرا غور تو کرو کہ جس نے عبدیت کے خون سے وجود پایا ہو جس نے امن کی گود حاصل کی ہو اور جس نے حلم اور بردباری کا دودھ پیا ہو' وہ ''محمدؐ'' نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟ وہ تو وہ ہیں جو ہیں ہی محمد ﷺ...... باب تفعیل سے یعنی وہ کہ جس کا انگ انگ قابل تعریف اور لائق ستائش ہو، لمحہ لمحہ جس کی تعریف میں بسر ہوتا ہو، ذرہ ذرہ جس کی تعریف کرے، اب کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، مسلم ہو یا غیر مسلم، کوئی چاہے یا نہ چاہے۔ جب بھی کوئی اُس ہستی کا تذکرہ کرے گا، بے اختیارانہ مجبور ہو جائے گا، اس ذات والا